

نگراں
اسد اللہ امواوی

مدیر
ہدایت اللہ فارس

نائب مدیر
امیر الھدی ساجد

ناشر حلقہ اربابِ قلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ ٦٦٤٦٢

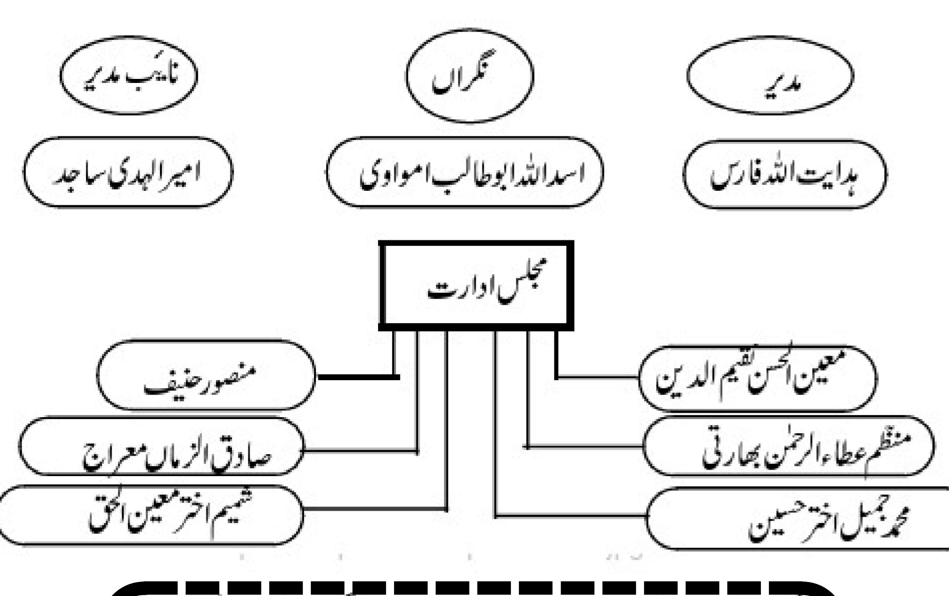
میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

(مجروح)

مارچ ۲۰۲۴

اربابِ قلم

شمارہ ۰۱



کمپیوٹر آپریٹر: منصور حنیف ڈیزائننگ: ہدایت اللہ فارس

ناشر: حلقہ اربابِ قلم جامعہ نجران سعودیہ عربیہ ۲۲ ۶۲۴۲۲

فہرستِ مضامین

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم

مافی الضمیر کی ادائیگی کے لیے دو بنیادی ذرائع ہیں،(1) قلم (2) زبان،انہیں دونوں ذرائع سے ہم اپنے افکار و خیالات دوسروں کے قلوب اذہان تک منتقل کر سکتے ہیں،ان میں زبان یا تقریر کے مقابلے میں قلم یا تحریر کی اہمیت زیادہ ہے، کیونکہ!

- تحریر زیادہ قابل اعتماد اور مستند ہوتی ہے
- اس کے اثرات دیرپا اور دوررس ہوتے ہیں
- مخاطب جب چاہے بسہولت اس سے استفادہ کر سکتا ہے
- تحریر پر غور وفکر کرنے کا موقع زیادہ ملتا ہے

اس کی اہمیت اور زیادہ اس وقت بڑھ گئی جب خالقِ کائنات اپنی تمام تر تخلیقات میں قلم کو سرفہرست رکھا،قرآن کریم جیسی معزز کتاب میں اس قلم کی قسم کھائی اور سورۃ القلم نامی ایک سورت کو وجود بخشا،"ن والقلم وما یسطرون" ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا نزول ہوا تو اس میں بھی"الذی علم بالقلم" ذکر کر کے قلم کی اہمیت کو اجاگر کیا،اسی اہمیت کے پیش نظر قلم کو بھی خود پر ناز آیا اور اعلان کر دیا کہ میں ہی " دنیا کا بادشاہ ہوں " جس کی ترجمانی کسی فارسی شاعر نے یوں کی ہے " قلم گوید کہ من شاہِ جہانم " اور آخر قلم کو اپنے آپ پر ناز کیوں نہ ہو،قلم میں تو وہ طاقت ہے کہ حکومت کو ہلا کر رکھ دے،ان کی نیندیں حرام کر دے،مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے جب1912 میں الھلال کا پہلا شمارہ نکالا تو برطانوی حکومت میں کھلبلی مچ گئی اور بالآخر اپنی حکومت کی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے1914 میں اس پر پابندی عائد کر دی، پھر بھی مولانا نے ہمت نہیں ہاری بلکہ "البلاغ" نامی دوسرا اخبار شائع کیا۔

قارئین! یہ "ارباب قلم" نامی مجلّہ کا پہلا شمارہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے انہیں اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے شائع کیا جا رہا ہے، ہمارا اصل مقصد یہی ہے کہ اچھے قلمکار پیدا ہوں،اور چونکہ اس کے تمام قلمکار مبتدی ہیں اس لیے غلطیوں کے امکانات زیادہ ہیں، بتقاضائے بشریت تسامحات کا ہونا ضروری ہے، ہمیں اپنی کمیوں پر اصرار ہرگز نہیں، آپ ہماری اصلاح کریں گے یا مفید مشوروں سے نوازیں گے تو ہمیں خوشی ملے گی اور آئندہ اچھے سے اچھا پیش کرنے کی کوشش کریں گے، بلکہ ہم نے تو ناقدوں کے لیے بھی اپنا دروازہ کھول رکھا ہے، ان کے بارے میں ہمارا جذبہ وہی ہے جو ڈاکٹر بشیر بدر کا تھا(تھوڑی ترمیم کے ساتھ) مخالفت سے مری زندگی سنورتی ہے　　میں ناقدوں کا بڑا احترام کرتا ہوں

اسد امواوی

اداریہ

کلمہ اللھم کی وضاحت

اللھم کی اصل یا اللہ ہے یہی راجح قول ہے، اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ اس کا استعمال طلب و دعا اور تضرع کے مواقع پر ہوتا ہے۔ جیسے ہم "اللھم غفور رحیم" نہیں کہتے ، بلکہ "اللھم اغفرلی وارحمنی" کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی اللھم کا استعمال ان دونوں معانی میں ہوا ہے۔

تضرع کی مثال: قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ (آل عمران/ ۲۶)

دعا کی مثال: قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ (المائدۃ/ ۱۱۴)

ابن عثیمین رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ اللھم کی اصل یا اللہ ہے، اس سے حرف نداء کو حذف کر کے اس کے عوض میں میم کو اضافہ کر دیا گیا ہے، (کیوں کہ یہ جمع پر دلالت کرتا ہے) یہی وجہ ہے کہ اللھم کے ساتھ حرف نداء یاء دونوں اکٹھے جمع نہیں ہوتے، اور جہاں ہوا ہے اس کا شمار شذوذ و نوادر میں ہوتا ہے۔

(تفسیر القرآن الکریم لابن عثیمین سورۃ آل عمران ۲۶ وسورۃ الزمر/ ۴۶)

یہ تھا اللھم کا معنی جس پر اکثر اہل علم کا اتفاق ہے۔

اب آیئے کلمہ "اللھم" کے آخر میں لگے لفظ "میم" سے متعلق علما کے چند آراء ملاحظہ کر لیتے ہیں!

تمام بصریین بشمول امام سیبویہ کا کہنا ہے کہ جب یا اللہ سے حرف نداء کو حذف کیا گیا تو اس کے عوض لفظ الجلالہ اللہ کے آخر میں دو میم کا اضافہ کر کے یا اللہ کو اللھم کر دیا گیا، اور اسی لیے ان کے نزدیک حرف نداء کے ساتھ میم کو جمع کر کے "یا اللھم" کہنا درست نہیں ہے، بجز شاذ کے، جیسا کہ ایک شاعر نے اس کا استعمال کیا ہے:

إني إذا ما حدث ألمّا ... أقول: يا اللهمّ يا اللهمّا

ایسے ہی ایک شاعر نے اللھم کے بعد ایک اور میم کا اضافہ کیا ہے:

وما عليک أن تقولي كلما * صليت أو سبحت يا اللهم ما

(شرح ابن عقیل ۲/ ۲۶۵)

اس قسم کے حرف کو جب وہ غیر محل محذوف میں ہو عوض کہتے ہیں، اور جب محل میں ہو تو بدل جیسے **"قام اور باع"** کا الف، یہ واؤ اور یا کا بدل ہے۔

سیبویہ کے نزدیک اس اسم کو موصوف کرنا جائز نہیں لہذا **"اللھم الرحیم ارحمنی"** کہنا درست نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا بدل جائز ہے۔

آگے فرماتے ہیں: کہ اللھم کے "ہ" پر جو ضمہ ہے اسم منادی مفرد کی علامت ہے، اور "میم" پر فتح اس لیے دیا گیا کیوں کہ اس سے پہلے ایک "میم" ساکن تھا (میم مشدد کو دو میم شمار کیا گیا ہے)

اور یہ اسم الجلالہ کے خصائص میں سے ہے، جیسا کہ قسم کے لیے حرف "تا" کے ساتھ اس کا مخصوص ہونا، اسی طرح الف لام تعریف کے ساتھ حرف نداء کا داخل ہونا، اور نداء میں ہمزہ وصل کا ہمزہ قطع ہو جانا، وغیرہ یہ ساری اسم الجلالہ کی خصوصیات ہیں۔ یہ خلاصہ ہے مذہب خلیل اور سیبویہ کا۔ **(الکتاب لسیبویہ:۲/۱۹۶)**

بعض کہتے ہیں کہ اللھم میں "میم" ایک جملہ محذوفہ کے عوض میں آیا ہوا ہے، اس کی تقدیر **"یا اللہ أمّنا بخیر"** ہے، پھر جار مجرور اور مفعول کو حذف کر دیا تو **"یا اللہ أمّ"** رہ گیا، پھر چونکہ دعا میں بکثرت اس کا استعمال ہوتا ہے اس لیے ہمزہ کو حذف کر کے "یا اللھم" کر دیا گیا۔

اس قول کے قائلین اللھم پر حرف ندا "یاء" کا دخول جائز سمجھتے ہیں، انہوں نے شاعر کا قول یا اللھم سے حجت پکڑی ہیں، فراء بھی اسی طرف گئے ہیں۔ **(معانی القرآن للفراء ۲۰۳/۱)**

لیکن بصریوں نے چند وجوہات کی بنا پر اس سے انکار کیا ہے۔

ان میں سے چار پانچ کو یہاں بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

1۔ اس جملہ کے مقدر ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور قیاس بھی اس کا تقاضا نہیں کرتا، پھر بغیر دلیل کے کسی مجرد رائے کو کیوں کر تسلیم کی جا سکتی!

2۔ اس کا اصل ہی عدم حذف ہے سوان محذوفات کثیرہ کا مقدر ماننا خلاف اصل ہے۔

3۔ دعا مانگنے والا کبھی اپنے لیے اور کبھی دوسروں کے لیے دعائے بد بھی "اللھم" کے ساتھ کیا کرتا ہے، لہذا اس وقت **"أمنا بخیر"** کا مقدر ہونا کسی ناحیہ سے درست معلوم نہیں ہوتا۔

4۔محاورہ جو فصیح وشائع ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ عرب "یا اور اللھم" کو جمع نہیں کرتے ،اگر فراء کا قول درست ہوتا تو جمع کرنا ممتنع نہ ہوتا بلکہ استعمال فصیح وشائع ہوتا، جب کہ ایسا نہیں ہے۔

5۔اگر یہ مقدر صحیح ہے تو "اللھم" کو جملہ تامہ کہنا چاہیے جس پر سکوت درست ہو، کیوں کہ یہ اسم منادی اور فعل طلب دونوں پر مشتمل ہے،لیکن ظاہر ہے کہ ایسا کرنا باطل ہے۔ ۔۔۔۔۔الخ

(تفصیل کے لیے دیکھیں:**معانی القرآن وإعرابه للزجاج ۱/۳۹۳-۳۹۴،وتفسیر القرطبی ۴/۵۴**)

بعض کا کہنا ہے کہ "میم" **تعظیم وتفخیم** کے لیے زیادہ کردیا گیا ہے جیسے **ازرق سے زرقم** جب نیلا ہٹ گہری ہو جائے، اسی طرح سے "**ابنم**" جو **ابن** سے ہے، یہ قول صحیح ہے لیکن ایک تتمہ کا محتاج ہے، جس میں قائل کے صحیح معنی اور پورے مدعا کو بیان کر دیا جائے۔

واضح ہو کہ "میم" جمع پر دلالت اور تقاضا کرتا ہے اور اس کا مخرج بھی اس کا مقتضی ہے، یہ قول اس بنیاد پر ہے کہ لفظ اور معنیٰ کے اندر باہمی مناسبت ہوتی ہے، جیسا کہ عربیت کے اعلی ارکان وفضلا کا مذہب ہے۔

(**جلاء الأفهام فی فضل الصلاة والسلام علیٰ خیر الانام ص:۱۴۶**)

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ "اللھم" یہ تمام دعا کا جامع ہے، اسی طرح سے نضر بن شمیل رحمہ اللہ کا کہنا ہے: کہ جس نے اللھم کہہ دیا اس نے اللہ تعالی کو تمام اسماء کے ساتھ پکار لیا۔(**تفسیر القرطبی ۴/۵۴،والبحر المحیط ۲/۴۳۶**)

ایک گروہ نے اس قول میں یہ توجیہ نکالی ہے کہ اللھم کا میم **بمنزله واؤ** کے ہے جو جمع پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ واؤ جمع کے مخرج سے ہے، گویا اللھم کے ساتھ دعا کرنے والا یہ کہا کرتا ہے کہ یا اللہ! تیرے لیے اسماء حسنی اور صفات علیا مجتمع ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ وہ علامتِ جمع "واؤ نون جیسے **مسلمون** وغیرہ میں ہے" کا عوض ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ جس طریقے سے ہم نے ذکر کیا کہ "میم" خود ہی جمع پر دلالت کرتا ہے تو پھر اس توجیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(**جلاء الأفهام فی فضل الصلاة والسلام علیٰ خیر الانام ص:۱۵۷**)

اللہ اعلم باالصواب

ہدایت اللہ فارس

طلب علم کے آداب

منصور حنیف
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

ہر انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب علم اس کے لیے ایک بنیادی ضرورت ہے، اور اگر غور کیا جائے تو انسان وحیوان کے درمیان تفریق کرنے والی شئی علم ہی ہے۔اس کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ سب سے پہلی وحی حصول علم پر ہی نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"**إقرأ باسم ربک الذی خلق**"

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔(سورہ علق:1)

طلب علم حصول جنت کا سب سے آسان راستہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:"**من سلک طریقا یلتمس فیه علماء سهل الله له به طریقا إلی الجنة**"

ترجمہ: جو شخص ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔(رواہ مسلم:6853)

قارئینِ کرام! علم کی اہمیت وفضیلت پر بہت ساری قرآنی آیات، احادیث، اور آثار موجود ہیں، اب اتنی اہمیت وفضیلت کے حامل شئی ہے تو ظاہر ہے اس کے حصول وطلب کے لیے کچھ طریقے اور آداب ضرور ہوں گے، جن سے مزیّن ہونا ایک حقیقی طالب علم کے لیے ضروری ہے، انہیں آداب میں سے چند ملاحظہ فرمائیں!

1۔اخلاص: طلب علم میں سب سے اہم چیز اخلاص ہے، اگر خلوص نہیں تو زندگی بھر کی تعلیم وتعلم بیکار ہے، بلکہ یہی علم اس کے لیے وبال جان بھی بن سکتا ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"**إنما الأعمال بالنيات....ألخ**"

ترجمہ: تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔(رواہ البخاری:1)

لہذا اگر ہمارے حصول علم کا مقصد محض طلب دنیا ہوتو زندگی بھر کی محنت اکارت ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ طلب علم میں ہماری نیت کیا ہونی چاہیے؟

طلب علم میں ہماری نیت یہ ہونی چاہیے کہ ہم اپنے آپ سے جہالت کا خاتمہ کریں، محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس عبادت عظمی کا حصول ہو، بعدازاں انبیاء کرام کی سنت پر اس علم کی عوام میں نشر واشاعت ہو، یہی ہمارا اول ہدف ومقصد ہونا چاہیے۔

2۔اتباع سنت: اسی طرح طلب علم کے آداب میں سے سرفہرست ادب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی علم حاصل کیا جائے، اگر آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کیا جائے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **"كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى"**

ترجمہ: ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔(رواہ البخاری 7280)

3۔دعا: طالب علم کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعاء کیا کرے، اور أعمال میں خلوص کا طالب ہو، حضرت عمر بن خطاب رضی عنہ کے بارے میں آتا کہ وہ اپنی دعاء میں کہا کرتے تھے: **"اللهم اجعل عملی صالحا واجعله لوجهك خالصا ولا تجعل لأحد فيه شيئا"** (رواه أحمد فی الزهد: 617)

اسی طرح ہر طالب کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالی سے نفع بخش علم میں اضافے کی دعا کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم میں زیادتی کی دعا کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: **"وقل رب زدنی علما"**

ترجمہ: اور دعا کیجیے کہ "اے میرے پروردگار! مجھے مزید علم عطا کر۔(سورۃ طہ: 114، **ترجمہ تیسیر القرآن**)

4۔ذکر الٰہی: طلب علم کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ طالب اپنی زبان کو ہمیشہ ذکر واذکار سے تر رکھے اور مأثور دعاؤں کا بھی اہتمام کرے، یہ عبادتوں میں افضل اور آسان عبادت ہے، جس کا تعلق زبان سے ہے، اور زبان کو حرکت دینا تمام اعضاء جسمانی میں سہل اور آسان ہے۔

5۔استغفار:اسی طرح طالب علم کو چاہیے کہ جب بھی اس سے کوئی گناہ سرزد ہو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے،اور گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس گناہ کی معافی کے لیے رب کریم سے استغفار کرے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:"**وَاستَغفِرُوا اللّٰه اِنَّ اللّٰه غَفُورٌ رَّحِيمٌ**"

ترجمہ:اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(سورہ مزمل:20،**جونا گڑھی**)

استغفار کرنے سے حصولِ علم کی راہ میں درپیش ایسے مسائل کا بھی حل بآسانی مل جاتا ہے جس کی تلاش ناممکن ہو۔ابن عبد الہادی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ کسی مسئلہ یا چیز یا کسی بھی حالت میں جب مجھے مشکل معلوم ہوتا اور حل کرنے سے قاصر ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ سے کم وبیش ایک ہزار دفعہ استغفار کرتا یہاں تک کہ میرا سینہ کھل جاتا اور مشکل آسان ہو جاتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان آداب سے اپنے آپ کو مزین کرنے کی توفیق دے۔(آمین)

تسویف: ایک خطرناک بیماری

اسداللہ ابوطالب امواوی
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

جب ہم غور کرتے ہیں تو انسان دو طرح کی بیماریوں سے دوچار نظر آتا ہے، ایک جسمانی اور دوسرا روحانی، جسمانی مرض کا علاج طبیب یا معالج کے ذریعے ممکن تو ہے مگر روحانی بیماری کا معالج بندہ خود ہوتا ہے، ان دونوں بیماریوں میں ایک نمایاں اور خطرناک فرق یہ ہے کہ جسمانی بیماری عارضی (دنیاوی) زندگی کو متاثر کرتی ہے جبکہ روحانی بیماری دائمی (اخروی) زندگی کے لیے وبال ہوتی، انہیں روحانی بیماریوں میں سے ایک بیماری جس کا انسان شکار ہوتا ہے وہ "تسویف" ہے۔

تسویف" کہتے ہیں "ٹال مٹول کرنے "یا" آج کا کام کل پر ٹالنے" کو، یہ تسویف یا ٹال مٹول ہمارے معاشرے کے لیے ناسور ہے، ہمارے اوقات کو برباد کرنے والی انتہائی خطرناک آفت ہے، یہ عادت ہمیں اپنے اوقات سے فائدہ اٹھانے کبھی نہیں دیتی، بلکہ وہ اس حد تک اپنے کاموں کو ٹالنے کا عادی بنا دیتی ہے کہ لفظ" کل "ہمارا شعار بن جاتا ہے، نتیجتاً ایسا انسان بالکل نکما، سست اور ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے، ارادے اور عزائم ضعیف ہو جاتے ہیں ہماری طبیعت میں سستی اور کاہلی آجاتی ہے، ہمارے معاملات میں تساہل پیدا ہو جاتا ہے، ہم آج کا کام کل پر ٹالتے ہیں، ہم ''پھر کبھی'' کا شکار رہتے ہیں، فیصلوں میں اتنی تاخیر ہوتی ہے کہ بس نکل جاتی ہے، ٹرین چھوٹ جاتی اور جہاز پرواز کر جاتی ہے، ہم اتنے ڈرپوک ہو گئے ہیں کہ قسمت کامیابی کے دروازے پر دستک دیتی ہے اور ہم اسے کھولتے تک نہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہماری زندگی میں سستی اور کاہلی آگئی ہے اور ہم نے ''کل'' پر بھروسہ کر لیا ہے۔ یہ ''تساہل''، ''سست روی''، ''ٹال مٹول''، ''تاخیر'' اور ''پھر کبھی'' ہمارے دشمن اور مستقبل کے لیے انتہائی تباہ کن ہیں۔ یہ نشہ آور چیزوں سے زیادہ نقصان دہ ہیں، جو شخص نشہ کرتا ہے وہ بڑی حد تک معاشرے سے کٹ جاتا ہے مگر تساہل اور سست روی کا شکار فرد معاشرے میں رہ کر معاشرے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمہ اللہ (597-511) نے اپنی کتاب منہاج القاصدین میں توبہ کے باب میں تسویف (آئندہ کرلوں گا) کے بارے میں لکھا ہے۔ ''آئندہ پر ٹالنے والے بالعموم ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی جیسی دو چیزوں

میں فرق کر جاتے ہیں، آئندہ پر ٹالنے والے کی مثال اُس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت اُکھاڑنا ہو، وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے، شدید مشقت سے اکھڑے گا، تو وہ کہے کہ میں ایک سال کے بعد اس کو اُکھاڑنے کے لیے آؤں گا، وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا، مضبوط ہوتا جائے گا اور خود اس کی جتنی عمر گزرتی جائے گی، وہ کمزور ہوتا جائے گا، جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کی کمزوری کی حالت میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا تو جب وہ کمزور ہو جائے گا اور درخت زیادہ طاقتور، تو پھر اس پر کیسے غالب آ سکے گا۔''

تسویف دراصل شیطانی فریب اور دھوکہ ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

یاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

اے لوگو! اللہ کا وعدہ برحق ہے، پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے، (اور شیطان تمہیں اللہ کی طرف سے دھوکے میں نہ ڈالے) (**ترجمہ تیسیر الرحمن لبیان القرآن**) اس کی تفسیر میں حافظ عبدالسلام بھٹوی رحمہ اللہ لکھتے

"شیطان اللہ تعالیٰ کے بارے میں کئی طرح سے فریب دیتا ہے، کسی کو یہ فریب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سرے سے وجود ہی نہیں، یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے، کسی کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ اللہ کے سوا اور بھی معبود ہیں جو نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں، کسی کو یہ حکم دیتا ہے کہ گناہ کر لو پھر توبہ کر لینا، کسی کو اللہ کی رحمت کے نام پر دھوکا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم ہے، جتنے چاہو گناہ کر لو، وہ بخش دے گا اور اکثر کو ''تسویف'' کے ساتھ دھوکا دیتا ہے، تسویف کا معنی ہے ''**سَوْفَ اَفْعَلُ**'' کہ میں نیک عمل کر ہی لوں گا، ایسی بھی کیا جلدی ہے، ابھی بہت وقت باقی ہے، وہ آدمی کو اسی دھوکے میں رکھتا ہے، حتیٰ کہ عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے۔"

تسویف کے اسباب ووجوہات، نقصانات اور تدارک کو احاطہ تحریر میں لائی جائے تو موضوع کافی طویل ہو جائے گا، لہٰذا اہم چند نکات کی روشنی میں اپنی بات رکھنے کی کوشش کریں گے۔

تسویف کے اسباب:

1۔ **موت سے غفلت**: موت کے سلسلے میں کسی کو کوئی شک نہیں، مگر بیشتر لوگ غفلت کے شکار ہوتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم فلاں کام کل کر لیں گے، جبکہ انسان اپنے اگلے لمحے کی بھی ضمانت نہیں دے سکتا کہ اس کی سانسیں اس کا ساتھ دیں گی کہ نہیں، اس لیے دانش مندی اسی میں ہے کہ خیر و بھلائی کے کاموں میں جلدی کریں، کیونکہ یہ بدترین حماقت ہے کہ آپ کام کو

مسلسل ٹالتے رہیں یہاں تک کہ موقع ہاتھ سے نکل جائے اور کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت فرماتے ہوئے کہا۔"اغتنِمْ خمسًا قبل خمسٍ: شبابَک قبل هَرَمِک، وصِحَّتَک قبل سَقَمِک، وغناک قبل فقرِک، وفراغَک قبل شُغلِک، وحياتَک قبل موتِک"

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو (۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (2) صحت کو بیماری سے پہلے (3) مالداری کو تنگدستی سے پہلے (4) فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور (5) زندگی کو موت سے پہلے

(رواه الحاكم (7846)، والبيهقي في شعب الإيمان (10248))

2: کاہلی اور سستی:

یہ بھی انسان کو تسویف اور ٹال مٹول میں مبتلا کرنے والے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے، یہ ایک قبیح اور شنیع عمل ہے، انسان کو زندہ لاش میں تبدیل کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سستی اور کاہلی سے پناہ مانگا کرتے تھے،

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے: ''اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا'' (رواہ مسلم)

اے اللہ! میں عاجزی، سُستی، بخیلی، بڑھاپے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میری ذات کو تقوی عطا فرما اور اسے پاکیزہ کردے، تو ہی اسے بہتر پاکیزگی دینے والا ہے۔ تو ہی اس کا ولی و مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے دل سے جس میں خوف نہ ہو، ایسے نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو

3: کسی اچھے اور موزوں وقت کا انتظار:

جب ہم کسی کام کا ارادہ کریں تو کر گزریں، کسی اچھے وقت کا انتظار نہ کریں، کیونکہ وقت یکساں ہے، اسے اچھا اور موزوں ہمیں خود بنانا ہے، اگر ہم کسی اچھے وقت کا انتظار کریں گے تو بعد میں چل کر اس کام کی اہمیت گھٹ جائے گی اور وہ کام کبھی پائے تکمیل کو نہیں پہنچ سکے گا۔

تسویف کے نقصانات:

1: ترک عمل صالح کا عادی ہونا: جب ہم مسلسل عمل صالح ٹالتے رہیں گے تو نفس معاصی کے ارتکاب اور شہوت رانی کا عادی ہو جائے گا، یہاں تک کہ گناہوں کا چھوڑ نا دشوار ہو جائے گا، کیونکہ مسلسل گناہوں کی وجہ سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کی سیاہی پورے دل کو اپنی لپیٹ میں اس طرح لے لیتی ہے کہ نور ہدایت کی رسائی انسان کے دل تک ناممکن ہو جاتی ہے،

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ فَإِنْ زَادَ زَادَتْ فَذَلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے، باز آ جائے اور (اللہ سے) بخشش کی درخواست کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اگر مزید گناہ کرے تو سیاہی کا نقطہ زیادہ ہو جاتا ہے (حتی کہ ہوتے ہوتے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔) یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں (اس فرمان میں) کیا ہے: **كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ** ''یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔''

(سنن ابن ماجہ: 4244)

2: اعتماد کا ختم ہو جانا:

اعتماد روح کی طرح ہوتا ہے ایک بار چلا جائے تو واپس نہیں آتا، فطری طور پر یہ بات معنی رکھتی ہے کہ بھروسہ ایک شخص توڑتا ہے مگر اعتماد ہر شخص پر سے اٹھ جاتا ہے، اعتماد کی بنا پر ہر رشتہ قائم ہوتا ہے اور اسی کے اٹھ جانے پر ختم ہو جاتا ہے، لہذا جو انسان تسویف کا شکار ہوتا ہے کسی کا کام وقت پر نہیں کرتا جس کی وجہ سے لوگوں کا اعتماد اس سے اٹھ جاتا ہے،

3: وقتی طور پر راحت اور بعد میں مشقت کا سبب

ایک انسان جب تسویف کا شکار ہوتا ہے تو اپنے ذمہ بہت سے کام جمع کر لیتا ہے، جو وقتی طور پر تو سہولت اور راحت کا احساس دلاتا ہے مگر بیک وقت حالیہ اور سابقہ کاموں کا بوجھ اٹھانا باعث مشقت اور پریشانی ہو جاتا ہے، مثلاً سال بھر کی پڑھائی امتحان کے ایام میں کرنا، لہذا ہمیں اپنا کام اپنے وقت پر ہی ختم کر لینا چاہیے تاکہ بعد میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

تدارک: تسویف کے نقصانات اور مضرات کو جان لینے کے بعد ایک دانا شخص پر واجب ہوگا کہ اس کا علاج تلاش کرے، اور اس کے تدارک کے لیے حتی المقدور کوشش کرے، تو آیئے ہم چند ایسے مفید اور کارآمد نسخے کی تشخیص کرتے ہیں کہ اگر اس کا اہتمام کیا جائے تو اس بیماری سے ضرور چھٹکارا مل جائے گا (ان شاء اللہ)

کسی بھی کمزوری یا خامی کو اسی وقت دور کیا جا سکتا ہے جب اسے تسلیم کیا جائے اور اس سے چھٹکارا پانا ضروری بھی سمجھا جائے، چنانچہ خود پر تھوڑی سختی کیجیے اور اپنے ذہن میں ''آج نہیں کل سہی'' کی جگہ ''ابھی نہیں تو کبھی نہیں'' بٹھا لیجیے، ٹال مٹول کرنے کی روٹین میں تبدیلی آئے گی۔ اس خوش فہمی سے بچیں کہ مستقبل میں میرے پاس زیادہ وقت اور سہولت ہوگی اور میں اس کام کو زیادہ اچھے انداز میں کر سکوں گا کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی مصروفیات بڑھتی اور صحت و طاقت گھٹتی ہے، کسی کام کو انجام دینے کے لیے بہت زیادہ وقت مُقرّر نہ کریں، مینجمنٹ کا ماہر ایک برطانوی مصنف پارکنسن لکھتا ہے: '' جب ہم کسی کام کو کرنے کے لیے بہت سا وقت مختص کریں تو وہ کام پھیل جاتا ہے۔'' اس کی مثال کمرہ امتحان سے سمجھی جا سکتی ہے کہ جتنے صفحات ہم وہاں پر صرف تین گھنٹے میں لکھ آتے ہیں، باہر آکر وہی صفحات دوبارہ لکھنے پڑیں تو شاید ہم تین دن کا وقت مانگیں، کام کو پھیلانے کے بجائے کم وقت میں زیادہ کام کرنے کی عادت بنالیں نیز

احساس کمتری اور احساس برتری سے خود کو بری رکھیں۔

صرف قوت ارادی پر انحصار نہ کریں۔

جس کام کو آپ ٹال رہیں ہیں اس میں کچھ مثبت پہلو تلاش کریں ان شاء اللہ پرسکون رہیں گے۔

اللہ ہمیں اس قبیح و شنیع مرض سے مامون و محفوظ رکھے۔ (آمین)

استقبال رمضان اور ہمارے اسلاف

امیر الہدیٰ ساجد
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

رمضان المبارک کا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہونے کو ہے اور ہمارے قلوب واذہان میں مسرت وشادمانی اور خوشیوں کی لہر دوڑ رہی ہے، یہ خوشی صرف اور صرف ایک قریہ، ایک شہر اور ایک ملک کے لیے نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لیے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں اور ہو بھی کیوں نا جب کہ اس بابرکت مہینے کا لوگ سال بھر بے صبری سے انتظار کرتے ہیں، یہ مہینہ نیکیوں، رحمتوں، برکتوں، صیام وقیام، صدقہ وخیرات، قرآن مجید کی تلاوت، حسنات میں اِضافہ، گناہوں سے معافی، جنت کی بشارت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ ہے۔

جیسا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"إذا دخل رمضان فُتحت أبواب الجنة، وغُلِّقت أبواب جهنم، وسلسلت الشياطين"

''جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں" متفق علیہ

قرآن جیسی مقدس کتاب کو بھی اللہ رب العالمین نے اسی مہینہ میں نازل کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ** ‹سورة البقرة:185)

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا"

اس مقدس مہینہ کے آخری عشرہ میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ**

"بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے، اور آپ کو کیا معلوم شب قدر کیا ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (القدر 1-3)

اس بابرکت مہینہ میں بھوک و پیاس برداشت کرنے والے لوگوں کے لیے اللہ رب العالمین اپنے ہاتھوں سے انہیں اجر عنایت کرتا ہے، جیسا کہ حدیث قدسی ہے: يقولُ اللهُ تبارك وتعالى: كلُّ عملِ ابنِ آدمَ له إلا الصومَ، فإنه لي وأنا أجزي به (أخرجه البخاري 1904)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے، سوائے روزے کے وہ صرف میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

یہ تو ہوئیں اس مہینے کی چند خصائص وفضائل۔

اب ہمیں اور آپ کو غور وفکر کرنا چاہیے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بابرکت مہینے کا کس طرح سے استقبال کیا کرتے تھے اور اس ماہ مقدس میں کون سے اعمال انجام دیا کرتے تھے۔

قارئین کرام!

1۔ رمضان کی بشارت اور مبارکبادی:

جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالاتِ زندگی کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی بشارت سناتے اور انہیں مبارکباد دیتے تھے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ، فَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، لِلَّهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ" رواه أحمد (9213)، وصححه الألباني في "صحيح النسائي" (1992).

رمضان کا مبارک مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کر دیے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم رہا تو وہ بس محروم ہی رہا''

2۔ رمضان کو پانے کی تڑپ:

اس بابرکت مہینے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سلف صالحین رحمہم اللہ چھ ماہ تک یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں رمضان المبارک کا مہینہ نصیب فرما، پھر جب رمضان المبارک کا مہینہ گزر جاتا تو وہ اس بات کی دعا کرتے کہ اے اللہ! ہم نے اس مہینہ میں جو بھی عبادت کی ہیں تو انہیں قبول فرما۔(لطائف المعارف،ص280)

3۔شعبان میں روزے کا اہتمام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آمد کے پیشِ نظر شعبان میں بکثرت روزے رکھا کرتے تھے جیسا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا

"يا رسولَ اللهِ لم أرَك تصومُ من شهرٍ من الشُّهورِ ما تصومُ شعبانَ قال ذاك شهرٌ يغفَلُ النَّاسُ عنه بين رجَبَ ورمضانَ وهو شهرٌ تُرفعُ فيه الأعمالُ إلى ربِّ العالمين وأُحِبُّ أن يُرفعَ عملي وأنا صائمٌ" صحيح النسائي للالباني الرقم:2356

"میں نے عرض کیا کہ جتنی کثرت سے میں آپ کو ماہ شعبان کے نفلی روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں کسی اور مہینے میں نہیں دیکھتا!؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب اور رمضان کے درمیان اس مہینے کی اہمیت سے لوگ غافل ہوتے ہیں حالانکہ اس مہینے میں رب العالمین کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزے سے رہوں"

4۔قضا روزے:

اگر کوئی صحابیِ رسول کسی عذر شرعی کے بنا پر روزہ نہ رکھ سکتے تو وہ رمضان المبارک کا مہینہ آنے سے پہلے ہی فوت شدہ روزے پورا کرلیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ"

رمضان کے جو روزے مجھ سے چھوٹ جاتے تھے شعبان سے پہلے مجھے ان کی قضاء کی توفیق نہ ہوتی (یعنی شعبان میں پورا کرتی) (صحیح بخاری:1950)

5۔کثرت تلاوت اور ذکر و اذکار:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شعبان کے مہینہ سے ہی قرآن مجید کی تلاوت اور کثرت سے ذکرواذکار میں مشغول ہوجایا کرتے تھے۔

6۔توبہ واستغفار:

صحابہ کرام اپنے نفس کا محاسبہ کیا کرتے تھے اور اللہ رب العزت کے دربار میں بکثرت توبہ واستغفار کیا کرتے تھے۔

7۔ماہ رمضان کا چاند:

ماہ رمضان المبارک کا استقبال کے لیے صحابہ کرام چاند کو دیکھنے کا اہتمام کیا کرتے تھے،اوراس کے لیے مشتاق رہا کرتے تھے۔

محترم قارئین! استقبال رمضان سے متعلق یہ تھی چند جھلکیاں جن کا اہتمام ہمارے اسلاف کرام خصوصی طور پر کیا کرتے تھے۔

اب ہمیں اور آپ کو غور وفکر کرنا چاہیے کہ ہم اور آپ اس ماہ مقدس کا استقبال کس طرح کریں؟! کیا ویسے ہی جیسے ہر مہینے کا استقبال اللہ رب العالمین کی نافرمانی، ناشکری، بے اعتنائی، ارتکاب معاصی سے کرتے ہیں!؟

نہیں ہرگز نہیں میرے پیارے دوستو! بلکہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم اور آپ اس ماہ مقدس کی اہمیت وخصوصیات اور فضائل سے بہرور ہوکر نیکیوں سے اپنا دامن بھریں، تاکہ جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کے مستحق ہوسکیں۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے اے اللہ تو ہم سب کو اس ماہ مقدس میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے کی توفیق عطا فرما! (آمین ثم آمین)

رمضان سے متعلق چند ضعیف احادیث پر ایک جائزہ

محمد جمیل اختر حسین
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

رمضان المبارک، دینی وروحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک اورافضل مہینہ ہے، رمضان المبارک انفرادی واجتماعی تربیت کا ایسا عملی نظام ہے جس میں رضائے الٰہی کے لیے ایثار وقربانی، برداشت، صبر، حوصلہ، استقامت اور بھوک وپیاس میں غرباء ومساکین کے ساتھ شرکت کا احساس جاگزیں ہوتا ہے، یہ خیر وبرکت اور عظمت وفضیلت کا مہینہ ہے جس میں قرآنِ مقدس کا نزول ہوا، جولوگوں کے لیے ہدایت ہےاورحق وباطل کے مابین فرق کرنے والی کتاب ہے۔

یہی وہ مہینہ ہے جس کے شروع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اورجہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں نیز شیاطین کوزنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے،

یہی وہ مہینہ ہے جس کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں میں سے ایک رات قدر والی ہوتی ہے، جسے لیلۃ القدر یا لیلۃ المبارکہ کہتے ہیں، جس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، اس رات کوایمان واخلاص کے ساتھ نماز پڑھنے سے گزشتہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یہی رات نزول قرآن کی رات ہے۔

اسی طرح اس مبارک مہینے کے بیشمار فضائل وبرکات ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہے، لیکن مرورایام کے ساتھ بہت ساری ضعیف احادیث معاشرے میں عام ہوگئی ہیں جن کی معرفت ہر مسلم پر بیحد ضروری ہے، اللہ ہمیں اس کی توفیق دے آمین۔

اس سے پہلے کہ بعض ضعیف وموضوع احادیث کا ذکر کریں آیئے جان لیتے ہیں کی ان جیسی رویات کی اسلاف کے نزدیک کیا حیثیت وحکم ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.
(صحیح بخاری: 1291، صحیح مسلم: 4)

میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں کے بارے میں جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص مجھ پر جانتے بوجھتے جھوٹ باندھے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں جان لے۔

اور جو بندہ بغیر تحقیق کے کوئی بات آگے بیان کردے وہ بھی اس جھوٹے کے جھوٹ میں برابر کا شریک ہوجائے گا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا انْ يُحَدِّث بِكُلِّ مَا سَمِعَ.

کسی انسان کے جھوٹا اور ایک روایت کے مطابق گناہ گار ہونے کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق کے) آگے بیان کردے۔(صحیح مسلم:5)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: ضعیف روایات کا وجود اور عدم وجود برابر ہے یعنی ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔(کتاب المجروحین ج1ص328)

امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم دنیا کے مشرق و مغرب میں رہنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ ضعیف احادیث پر مطلقا عمل کرنا چھوڑ دیں اور صحیح ثابت شدہ احادیث پر ہی عمل کریں۔۔۔(مقدمه صحيح الجامع ج1ص56)

اس لیے ضعیف روایات کے بارے میں راجح موقف یہی ہے کہ وہ احکام وفضائل دونوں میں ہی نا قابل عمل ہیں۔

ذیل میں ہم بطور تمثیل وتنبیہ رمضان اور روزے کے حوالے سے چند مشہور موضوع وضعیف روایات درج کرتے ہیں تاکہ عوام الناس ایسی روایات سے محفوظ اور متنبہ رہیں۔

حدیث(1)

عَنْ أَبِي هُرِيرَةَ رَضِيَ اللهُ عنهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى الله عليه وسلم لا تقولوا: رَمَضانُ، فَإِنَّ رَمَضانَ اسمُ مِن أسماءِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، ولكن قولوا: شَهرُ رَمَضانَ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رمضان نہ کہو، کیوں کہ رمضان اللہ تعالی کے ناموں میں سے ایک نام ہے، بلکہ تم کہا کرو: رمضان کا مہینہ)

اسے امام ابن عدی نے الكامل (ج۱۰ص۸۱۲) میں۔اور امام بیہقی نے السنن الكبرى (حدیث نمبر: ۴۰۹۷) میں بطريق ابو معشر سندی، عن سعيد مقبری، عن ابی هريره رضی الله عنه، مرفوعاً روایت کیا ہے، اور اس روایت کو شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے باطل قرار دیا ہے(السلسلة الضعيفة الرقم:.6768)

لہذا ایسی کوئی حدیث ثابت نہیں ہے جس سے اس مہینہ کو صرف رمضان (بلا کسی اضافت کہنے کے عدم جواز پر استدلال کیا جا سکے، بلکہ اس کے بر خلاف متعدد صحیح احادیث میں بغیر کسی اضافت کے صرف رمضان کہا گیا ہے۔ **امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمه الله** نے اپنی صحیح کے اندر ایک باب قائم کیا ہے **باب هل يقال: رمضان او شهر رمضان** یعنی صرف رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟ اور اس کے تحت بعض ان احادیث کو ذکر کیے ہیں جن میں صرف رمضان کہا گیا ہے۔ لہذا رمضان اور ماہ رمضان دونوں طرح سے اس کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اور جمہور اہل علم کا بھی یہی موقف ہے۔ وللہ الحمد۔

حدیث (2)

مَنْ اَخْبَرَ بِخَبْرِ رَمَضَانَ اَوّلاً حرامٌ عليهِ نارُ جهنمَ

یعنی جس نے سب سے پہلے رمضان کی خبر دی اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی۔

یہ قطعی طور پر غیر ثابت اور من گھڑت ہے اس کا کہیں وجود ہی نہیں جیسا کہ امام سیوطی نے **"تدريب الراوى"** (1 / 327): میں ذکر کیا ہے۔

حدیث (3)

عن أبى مسعود الغفارى، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول ذات يوم، وَقَدْ أَهَلَّ رَمَضَانُ: لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا فِي رَمَضَانَ لَتَمَنَّتْ أُمَّتِي أَنْ تَكُونَ السَّنَةُ و شار كُلَّهَا رَمَضَانَ:

ابو مسعود غفاری سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن، جب رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا، فرماتے ہوئے سنا: "اگر بندوں کو معلوم ہو جائے کہ رمضان کی کیا فضیلت ہے؟ تو میری امت پورے سال رمضان رہنے کی تمنا کرنے لگے)

یہ حدیث ایک طویل روایت کا حصہ ہے اسے مطولاً ابو یعلی موصلی نے **المسند** (ج ۹ ص ۱۸۰ حدیث نمبر ۵۲۷۳) میں ابن خزیمہ نے **الصحيح** (ج ۲ ص ۹۰۹، حدیث نمبر ۱۸۸۶) میں بیہقی نے **فضائل الاوقات** (ص ۱۵۸، حدیث نمبر ۴۶) میں **بطريق جرير بن ايوب بجلى عن الشعبى عن نافع بن برده، عن ابى مسعود غفارى** مرفوعاً روایت کیا ہے۔

اور امام البانی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ (**ضعيف الترغيب الرقم**.: 596)

حدیث(4)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صَلَّی الله عَلَيْهِ وَسَلَّم: صُومُوا تَصِحُّوا:

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: روزہ رکھو، صحت مند رہو گے)

اسے طبرانی نے الأوسط (ج ۸، ص ۱۷۴، حدیث نمبر (۸۳۱۲) میں اور ابونعیم اصفہانی نے الطب النبوی (ج ۱، ص ۲۳۶) میں روایت کیا ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔(ضعیف الجامع الرقم:.3504)

حدیث(5)

إنَّ الله يُوحِیُ إلی الحَفَظَةِ لَا تَكْتُبُوا علی صُوَّامِ عبادی بعدَ العصرِ سيئةً.

روزہ دار پر عصر کے بعد گناہ نہیں لکھا جاتا ہے اللہ تعالی فرشتوں کو لکھنے سے منع فرماتا ہے۔

اسے ابن الجوزی نے اپنے 'موضوعات' 193/2 اور امام ذھبی نے میزان الاعتدال 126 میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے اور شیخ البانی اور دیگر محدثین نے باطل قرار دیا ہے (السلسلة الضعيفةالرقم:6580)

حدیث(6)

رجبٌ شهرُ اللهِ، وشعبانُ شهری، ورمضانُ شهرُ أُمَّتی؛

رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

اسے ابن عساکر نے اپنے معجم (1/186) میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔(ضعيف الجامع.الرقم:.3094)

اسی طرح ان الفاظ کے ساتھ وارد ایک دعا: اللهم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان: جسے عبداللہ بن الامام احمد نے زوائد المسند (2346) میں انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔

جسے امام البانی اور دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے (مشكاة المصابيح بحقيق الالبانی رحمه الله:1369)

حدیث(7)

عَنْ أَبی هريرة رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ شَیْءٍ زَكَاةٌ، وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصومُ؛

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی زکاۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکاۃ روزہ ہے۔

اسے ابن ماجہ نے السنن (کتاب الصوم، حدیث نمبر (۱۷۴۵) میں روایت کیا ہی اور شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔(ضعیف ابن ماجه: الرقم:.341)

حدیث(8)

هُوَ شَهْرٌ أَوَّلَهُ رَحْمَةٌ، وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ، وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ:

ماہ رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے درمیانی حصہ بخشش اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا باعث ہے۔

ماہ رمضان کی فضیلت میں وارد اس حدیث کی کافی شہرت ہے۔ دراصل یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ایک طویل روایت کا حصہ ہے، اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحيح ابن خزيمة (۱۸۸۷) میں بطريق يوسف بن زياد عن همام بن يحى العوذى، عن على بن زيد بن جدعان عن سعيد بن مسيب، عن سلمان الفارسى رضى الله عنه، مرفوعاً روایت کیا ہے۔

ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے اس میں "ان صح لخبر" اگر یہ حدیث صحیح ہو تو کی قید لگائی ہے، جو غالباً سند حدیث میں متکلم فیہ راوی ہونے، یا حدیث کے ثابت نہ ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ اہل علم اس سے واقف ہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سخت ضعیف قرار دیا ہے۔(هداية الرواة الرقم:.1906) بلکہ عام صحیح دلائل سے ثابت ہے کہ پورا رمضان ہی رحمت مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ ہے۔

حدیث(9)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اعْتِكَافُ عَشْرٍ فِي رَمَضَانَ كَحجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ؛

علی بن حسین (زین العابدین) اپنے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف (اس کا ثواب) دو حج اور دو عمرے کے برابر ہے۔

اسے طبرانی نے المعجم الكبير (ج ۳، ص ۱۲۸، حدیث نمبر ۲۸۸۸) بطريق هياج عن عنبسة، عن محمد بن زاذان عن على بن الحسين عن ابيه مرفوعا روایت کیا ہے اور امام البانی رحمہ اللہ علیہ نے موضوع کہا ہے (ضعيف الجامع. الرقم:.930)

حدیث(10)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ، كُلُّ خَنْدَقٍ أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالی اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ کر دیتا ہے۔ ہر خندق مشرق ومغرب کے درمیانی فاصلے سے زیادہ لمبی ہے۔

اسے طبرانی نے الاوسط (ج ۷، ص ۲۲۰، حدیث نمبر ۷۳۲۶) اور بیہقی نے شعب الایمان (ج ۵) ص ۴۳۶، حدیث نمبر (۳۹۶۵) میں بطریق بشر بن سلم، عن عبد العزیز بن ابی روّاد، عن عطاء بن ابی رباح، عن ابن عباس رضی اللہ عنهما مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے (ضعيف الترغيب. الرقم: 1573)

نوٹ:

اعتکاف کی فضیلت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ اس عبادت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور ہر سال رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور اتنی پابندی کرتے کہ ایک مرتبہ جب آپ اعتکاف میں نہ بیٹھ سکے تو آپ نے شوال کے آخری دس دن میں اعتکاف فرمایا اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دس دنوں کے بجائے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا، صحیحین میں یہ ساری حدیثیں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جنھیں محدثین نے ضعیف منکر باطل یا موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن پھر بھی بعض واعظین خصوصی طور پر ماہ رمضان کے موقعے پر دانستہ یا غیر دانستہ بیان کرتے رہتے ہیں، اس مختصر تحریر کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں علماء وعوام سب کو دینی امور میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیوں کہ ضعیف روایات کے بارے میں راجح اور درست بات یہی ہے کہ احکام وفضائل دونوں میں ناقابل عمل ہیں، اور جہاں تک موضوع (من گھڑت روایات کی بات ہے تو اہل علم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں یہ جانتے ہوئے کہ یہ جعلی حدیث ہے اسے بیان کرنا جائز ہی نہیں بلکہ حرام ہے، ہاں اگر کوئی اسے روایت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بیان کردے کہ یہ موضوع حدیث ہے تو اتنی اجازت ہے۔

اللہ ہمیں ماہ رمضان کے فضائل واحکام کو ثابت شدہ نصوص کی روشنی میں جاننے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

مکتب وقت کی ایک اہم ضرورت

محمد معین نقیم الدین
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

آج اگر ہندوستانی مدارس کا جائزہ لیا جائے تو آپ پائیں گے کہ ان میں پڑھنے والے بچوں کی فیصد صرف دو سے تین ہی ہے، باقی اٹھانوے فیصد اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے ہیں، سوال باقی اٹھانوے فیصد بچوں کا ہے کہ وہ کہاں سے دین سیکھیں گے؟ ان کے پاس دین کی بنیادی تعلیم سیکھنے کے ذرائع کیا ہیں؟ ان کے پاس کوئی آلٹرنیٹو آپشن ہے بھی کہ نہیں؟ بعض لوگ جوابا خطبہ جمعہ کہیں گے، لیکن اگر خطبہ جمعہ کی بات کی جائے تو اس سے بھلا کتنا سیکھا جا سکتا ہے، اور بالترتیب تو سیکھ ہی نہیں سکتے، اور قرآن تو بالکل ہی نہیں، اس کے لیے سب سے بہترین حل مکتب ہی ہے، اگر اس کے نظام کو صحیح کیا جائے، کوئی مختصر اور مفید نصاب مرتب کی جائے، تو شاید یہ اٹھانوے فیصد بچے دین کی بنیادی تعلم سے روشناس ہو جائیں دعا درود اور عقیدہ کے ساتھ ساتھ قرآن بھی پڑھنا سیکھ لیں، مگر افسوس! لوگ مسجد میں سنگ مرمر اور A.C لگوانے میں لاکھوں روپے اڑا تو دیتے ہیں مگر انہی روپے میں سے کچھ فیصد مکتب کے لیے خرچ نہیں کرتے، اگر ایسا کیا جائے تو شاید بہت سے بچے دین کی روشنی سے فیضیاب ہو جائیں، یورپ ممالک کی بات کی جائے تو انہیں ایک لاکھ بجٹ ملنے پر وہ پچاس فیصد تعلیم پر ہی خرچ کریں گے اور بقیہ اپنے دیگر مشن پر، یہی وجہ ہے کہ وہ آج پوری دنیا پر راج کر رہا ہے لیکن اگر ہندوستانی مسلمانوں کی بات کی جائے تو انہیں ایک لاکھ ملنے پر پورے پیسے مسجد ہی میں لگا دیں گے یعنی پہلے سنگ مرمر پھر A.C اس کے بعد اگر مکتب کی بات کریں گے بھی تو وہی تین ہزار والا مولوی ڈھونڈیں گے، اور یہی وجہ ہے کہ آج بہت سے مسلمان ایسے ملیں گے جنہوں نے زندگی میں کبھی قرآن کھول کر دیکھا ہی نہیں کہ اس کا آخر رسم الخط کیسا ہے، پڑھنے اور غور وفکر کرنے کی بات تو دور کی ہے۔

میرے بھائیو!

مسجد میں سنگ مرمر لگانا، A.C لگانا اور عالی شان بنانا یہ مسجد کی ترقی نہیں ہے اور نا ہی کل قیامت کے روز آپ سے یہ سوال کیا جائے گا کہ آپ نے مسجد میں سنگ مرمر اور اے سی کیوں نہیں لگوایا؟

بلکہ آپ سے یہ سوال کیا جائے گا کہ آپ نے مسجد سے لوگوں تک صحیح دین کتنا پہنچایا؟ مگر ہماری غلطی یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو مسجد کے ممبر اور ذمہ دار چنتے ہیں جو امام کے غیر موجودگی میں جمعہ کا خطبہ تو کجا امامت بھی نہیں کرا سکتے پھر ایسے لوگوں سے کیوں کر تعلیم کی امید کی جا سکتی!

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ** (صحیح مسلم:817)

یعنی اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے بہت سے لوگوں کو اونچا کر دیتا ہے اور بہتوں کو اس کے ذریعے سے نیچے گرا دیتا ہے، یہ تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پہلی امتوں کی طرح ایک ہی بار میں ہلاک نہیں کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر ظالم حکمران مسلط کر دے گا اور آج ہمارے ساتھ یہی ہو رہا ہے ہم نے قرآن کو چھوڑا دیا، کوئی تو پوری زندگی میں کبھی کھول کر نہیں دیکھا، کوئی تو سال میں رمضان کے مہینے میں ہی کھولتا ہے، کوئی صرف جمعہ کے دن، اور بہت سے ایسے بھی خاندان ملیں گے جس کے سارے افراد قرآن پڑھنے سے محروم ہیں اللہ ہمیں معاف کرے اگر ایسا ہی چلتا رہا تو وہ دن دور نہیں جس دن ہماری حالت بھی برما کے مسلمان اور دیگر دیش کے مسلمان کی طرح ہو جائے بہت زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہے ہر کوئی اپنے استطاعت کے تحت کام کرے مسجدوں میں جا جا کر لوگوں کو سمجھائے انہیں ایسا کرنے پر ابھارے جہاں مکتب نہیں ہے وہاں شروع کرنے کی کوشش کریں اور جہاں اس کا انتظام ہے وہاں اور بہتر بنانے کی کوشش کریں ان کے لیے بہترین نصاب کا متعین کریں تاکہ قرآن کے ساتھ ساتھ عقیدہ اور دیگر ضروری مسائل کی جانکاری ہو سکے۔

حضرت خضر نبی تھے یا ولی؟

شمیم اختر معین الحق
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

اس بات میں کوئی دورائی نہیں کہ حضرت خضر اللہ تعالی کے ایک نیک اور صالح بندہ تھے، قرآن مجید میں اللہ تعالی نے ان کے اور موسی علیہ السلام کے درمیان ملاقات کا قصہ بیان کیا ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے، لیکن قرآن مجید میں اس بات کی صراحت نہیں ملتی کہ آیا وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ایک نبی تھے یا لقمان حکیم اور ذوالقرنین وغیرہما کی طرح محض ایک صالح بندہ تھے جن کو اللہ تعالی نے خصوصی علم عطا کر رکھا تھا۔

اسی وجہ سے علما و مفسرین کے مابین اختلاف واقع ہوا ہے، جہاں بعض اہل علم انھیں انبیاء میں شمار کرتے ہیں تو بعض اس قول سے غیر متفق نظر آتے ہیں۔

آیئے علما کے چند آراء اس سلسلے میں ملاحظہ کر لیتے ہیں تا کہ ہم ان کے درمیان موازنہ کر کے صحیح نتیجہ تک رسائی کر سکیں۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت خضر کے نبی ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ابوبکر بن الانباری دو اقوال ذکر کیے ہیں:

پہلا: زیادہ تر لوگوں کا ماننا یہی ہے کہ حضرت خضر ایک نبی تھے۔

دوسرا: ان کے برعکس کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ حضرت خضر ایک نیک اور صالح بندہ تھے۔ (تفسیر ابن الجوزی: 3/ 97)

ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ خضر علیہ السلام اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ایک نبی تھے، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں "**وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي**" ان ہی کے بارے میں فرمایا ہے، جو کہ ان کی صحت نبوت پر دلالت کرتی ہے۔

اور یہ ایک واضح دلیل ہے اور صحیح بھی ہے، اگر چہ کچھ لوگ انھیں محض اللہ کے نیک بندوں میں شمار کرتے ہیں، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ نبی تھے، اور ان کی طرف وحی کی جاتی تھی جیسا کہ آیت کریمہ "**وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي**" سے اس کا اشارہ ملتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا اپنی طرف سے نہیں بلکہ وہ وحی من اللہ تھا، کیوں کہ ان کاموں کو کرنا ایک عام انسان کے لیے ناممکن ہے۔

(**المحلى لابن حزم**: 1/ 71)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ خضر علیہ السلام نبی تھے یہی جمہور کا ماننا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ صالح بندہ تھے نبی نہیں، لیکن آیت سے ان کی صحت نبوت کا اشارہ ملتا ہے، کیوں کہ ان کاموں کے راز یہی بتاتے ہیں کہ یہ وحی کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

اور ایک چیز یہ بھی کہ انسان اسی شخص سے سیکھتا اور اتباع کرتا ہے جو ان سے اوپر ہوں، اور یہ درست نہیں کہ کوئی نبی اپنے سے علم ومرتبہ میں نیچے ایک عام شخص کے پاس علم سیکھنے کے لیے جائیں۔ اور ایک رائے ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔ (تفسیر القرطبی: 11/ 16)

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ قصہ مذکورہ کا سیاق ان کے نبی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے کئی وجوہات ہیں:

1: موسی علیہ السّلا م کا خضر علیہ السلام سے کہنا "هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا، قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا، وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا، قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا، قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (الکہف: 66-70).

کیا میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے، انھوں نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کرسکتے، اور جس چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں!؟ تو موسٰی علیہ السلام نے جوابا کہا کہ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، انھوں نے کہا کہ اچھا اگر آپ میرے ساتھ چلنے پر اصرار ہی کررہے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی تذکرہ نہ کروں۔

یہ تمام آیتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اگر حضرت خضر واقعی نبی نہیں تھے جیسا کہ بعض لوگوں کا ماننا ہے تو آپ اس طرح موسی علیہ السلام کو مخاطب نہیں کرتے اور نا ہی ان کو اس طرح جواب دیتے، بلکہ موسی علیہ السلام کا ان کے ساتھ چلنے پر اصرار کرنا اور عاجزی وانکساری کے ساتھ ان سے علم سیکھنے کی خواہش ظاہر کرنا جو اللہ تعالی نے انھیں خصوصی طور پر دے رکھا تھا یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خضر علیہ السلام نبی تھے، ان کی طرف بھی وحی کی جاتی تھی جیسے موسی علیہ السلام کی طرف کی جاتی، اللہ تعالیٰ حضرت خضر کو الہامی علوم اور اَسرار نبوت سے نوازا تھا جب کہ اللہ نے اس بارے میں

حضرت موسی کو اطلاع نہیں دیا تھا۔

2-حضرت خضر کا ایک بچہ کو قتل کرنا، ظاہر ہے یہ اللہ کی طرف سے وحی تھی، اور یہ ان کے نبی ہونے پر بین دلیل ہے، کیوں کہ کسی بھی ولی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی نفس کو صرف دل میں کھٹکنے کی وجہ سے قتل کر دے۔

3-اور جب حضرت خضر نے ان کاموں کی تاویل حضرت موسی کے سامنے بیان کیا تو ان کے لیے معاملہ کی حقیقت واضح ہوگئی۔

اوران سب کے بعد فرمایا:"رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِى" (الکہف:82)

یعنی ان کاموں کو میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا، بلکہ مجھے ان کے کرنے کا حکم دیا گیا، اور میری طرف وحی کی گئی۔

(البداية والنهاية لابن كثير:2/248)

امام شاطبی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں: کہ خضر علیہ السلام کا قصہ اوران کا"وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِى" کہنا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے، اس قول سے استدلال کرتے ہوئے علما کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہیں۔(الموافقات:2/507)

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہاں الہام کی گنجائش نہیں ہے، اور یہ بھی معروف ہے کہ وحی غیر نبی کی طرف نہیں کی جاتی اور انہوں نے جو کچھ بھی کیا ان کے پیش نظر اگر ہم کہیں کہ وہ نبی تھے، تو اس میں انکار کرنے والی کوئی چیز نظر نہیں آتی، اور یہ بھی کہ ایک غیر نبی ایک نبی سے زیادہ جانکار کیسے ہوسکتا ہے!؟۔

جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام سے فرمایا:"بلى! عَبْدُنا خَضِرٌ"

یعنی خضر علیہ السلام تم سے زیادہ جانکار ہیں۔(أخرجه البخاری 74 مطولًا، كتاب العلم)

اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک نبی غیر نبی کی پیروی کرے اور اس کے نقشِ قدم پر چلے!؟

بعض اکابر علما یہ کہا کرتے تھے: کہ زنادقہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت خضر نبی ہیں ایسا اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک ولی کا درجہ نبی سے زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت خضر نبی تھے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

(الزهر النضر فی حال الخضر صفحه:67-68).

ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت خضر نبی تھے، جیسا کہ قرآن کریم کی ظاہری آیات سے پتا چلتا ہے۔

(مجموع فتاوى لابن باز:9/287)

لجنہ دائمہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ خضر علیہ السلام نبی تھے۔(فتاوى اللجنة الدائمة المجموعة الأولى:3/286)

خلاصہ کلام: قرآن مجید کی ظاہری آیات اور علمائے کرام کے ان تمام اقوال وآثار سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک نبی تھے،اور قرآن وسنت سے ایسی کوئی واضح دلیل بھی نہیں ملتی جو اس کے منافی ہو، یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو خصوصی علم عطا کیا تھا جس سے موسی علیہ السلام ناواقف تھے۔ ﴿والله أعلم بالصواب﴾

استاد شاگرد کو بادشاہ بنادیتے ہیں

منظّم عطاء الرحمٰن بھارتی
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

استاد کی تعریف: استاد یا معلم وہ ہے جو متعلم یا طالبِ علم کی مدد و رہنمائی کرتا ہے، کوئی بھی درس گاہ معلم کے بغیر ایسا ہی ہے جیسا کہ ماں کے بغیر گھر۔

استاد کا معنی کیا ہے؟

اُستاد ایسا شخص ہوتا ہے جو کسی کو علم سکھائے، تعلیم دے اور علم کی بدولت اس کی زندگی میں ایسی تبدیلی لائے کہ دوسرے اس پر رشک کریں، کہتے ہیں وقت سب سے بڑا استاد ہے مگر جس ہستی نے مجھے یہ بات سب سے پہلے بتائی وہ میرے استاد ہی تھے، شاگرد کا استاد کے ساتھ روح کا رشتہ ہوتا ہے، استاد کا ادب ہر حال میں فرض ہے، میں آج بھی اپنے اساتذہ کرام کے آگے چلنے کی گستاخی کا سوچ بھی نہیں سکتا، طالبِ علم کے لیے استاد کا ہونا بڑی سعادت کی بات ہے، طالبِ علم اور استاد کے درمیان رشتہ انتہائی مقدس ہوتا ہے، طالبِ علم کے لیے استاد کا کردار ایک باغبان کی مثل ہے، جس طرح کسی باغ کے پودوں کی افزائش و حفاظت باغبان کی توجہ اور کوشش کے بغیر نہیں ہوسکتی اسی طرح طالبِ علم کی تربیت کے لیے استاد کی توجہ اور کوشش بے حد ضروری اور اہمیت کا حامل ہے۔ شاگرد کو چاہیے کہ وہ استاد کا دل و جان سے ادب و احترام کرے کیونکہ کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: **"مَاوَصَلَ مِنْ وَصَلٍ الَّا بِالْحُرْمَةِ وَمَاسَقَطَ مِنْ سَقُطٍ اِلَّا بِتَرْكِ الْحُرْمَةِ"** یعنی جس نے جو کچھ پایا اَدب و احترام کرنے کی وجہ سے پایا اور جس نے جو کچھ کھویا وہ اَدب و احترام نہ کرنے کے سبب ہی کھویا۔

قرآن و حدیث میں بھی استاد کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، اللہ رب العالمین نے صحابہ کرام کے لیے جس عظیم استاد کا انتخاب کیا وہ اللہ کے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جن سے صحابہ کرام نے شریعت کا علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، فرمان باری تعالیٰ: **وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ"** (سورة البقرة - آیت 151)

ترجمہ: پیغمبر تمھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ سب کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

نیز خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ میں استاد اور معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں،
"اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً" یعنی مجھے مُعلّم بنا کر بھیجا گیا۔(ابنِ ماجہ، حدیث:229)
ان دونوں دلیلوں سے استاد کا مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا۔

میرے بھائیو! دنیا میں دو شخصیت ایسی ہیں جو ہمیشہ یہ سوچتے ہیں کہ آپ ان سے زیادہ آگے بڑھیں، ان سے زیادہ ترقی کریں، پہلا والدین، دوسرا مخلص استاد۔ والدین جسمانی نشو ونما فراہم کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں جب کہ استاد فکری، دینی اور اخلاقی لحاظ سے ترتیب فراہم کرتا ہے، حقیقت میں اپنے اساتذہ کی تعریف میں کیا لکھوں میرے پاس الفاظ نہیں، مطلب ہمیں اور آپ کو ایک خوشگوار زندگی فراہم کرنے کے لیے تمام اساتذہ کرام بہت زیادہ کوششیں کرتے ہیں، اپنے گھر بار، رشتہ دار، آل و اولاد اور خویش و اقارب کو قربان کر کے ہمارے مستقبل کو سنوارنے کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ قوموں کی تعمیر و ترقی میں اساتذہ کا بہت اہم رول ہوتا ہے، استاد وہ عظیم ہستی ہے جو ایک جانور اور انسان کے درمیان کیا فرق ہے بتلاتا ہے، استاد وہ عظیم رہنما ہے جو آدمی کو انسان بنا دیتا ہے، استاد بادشاہ نہیں ہوتا لیکن بادشاہ بناتا ہے، استاد ایک ایسا رہنما ہے جو آدمی کو زندگی کی گمراہیوں سے نکال کر روشن مستقبل عطا فرماتا ہے۔

استاد اپنے شاگردوں کی تربیت میں اس طرح مگن رہتا ہے جیسے ایک مالی ہر وقت اپنے پیڑ پودے کی دیکھ بھال میں مصروف رہتا ہے، استاد وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے میں امن و امان اور محبت و یکجہتی کا پیغام پہونچاتا ہے، ارسطو قدیم یونان کا عظیم فلسفی، سائنسدان، ریاضی دان، استاد، محقق اور مصنف تھا۔ اس کی تحریروں کے موضوعات فزکس، ما بعد الطبیعی (Metaphysics)، شاعری، منطق، فن بلاغت، فن لسانیات، سیاسیات، حکومت، اخلاقیات، حیاتیات اور حیوانیات تھے، اُن کا ایک مشہور قول یاد آیا مجھے کہ جو بچوں کو تعلیم دیتے ہیں وہ ان سے زیادہ عزت مند اور قابل احترام ہیں جو بچوں کو پیدا کرتے ہیں، یہ اس لیے کہ والدین بچوں کو صرف زندگی دیتے ہیں اور اساتذہ ان کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں، الغرض استاد ہر لحاظ سے واجب الاحترام ہے۔ اے اللہ! تو ہمارے تمام اساتذہ کو شاد و آباد رکھ اور ان کے تمام شاگردان کو ان کے لیے زاد آخرت بنا (آمین)

نجران کی ایک خوشگوار شام

ہدایت اللہ فارس
متعلم جامعہ نجران سعودی عرب

۲ رجب ۱۴۴۵ھ جمعہ کا وہ مبارک دن تھا، موسم بڑا خوش گوار تھا، صبح سنہری زرد کرنوں کی زلفوں سے ہوا کے نرم جھونکے کھیل رہے تھے، گو کہ آفتاب اپنی شعاعوں کو روشنی کی تبلیغ کے لیے روانہ کر چکا تھا، اب جستہ جستہ سورج اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لیے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کچھ ہی دیر میں آفتاب اپنی منزل کے نصف راستے طے کر کے اس مقام تک پہنچ چکا تھا جسے نصف النہار یا کھڑی دوپہر سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ وقت تھا کہ جب آفتاب زمین پر آگ برسا رہا تھا، سائیں سائیں ہوائیں چل رہی تھیں، اب نماز جمعہ کا بھی وقت ہوا چاہ رہا تھا سو طلبہ جامعہ صاف ستھرے نئے نئے ملبوسات زیب تن کیے مسجد کی جانب جادہ پیما تھے، ہم طلاب ہندو نیپال بھی مسجد کے ایمان افروز ماحول سے دل و دماغ کو سکون فراہم کرنے کے لیے مسجد پہنچ چکے تھے، امام صاحب نے خطبہ دینا شروع کیا اور ہمیشہ کی طرح اس دن بھی نہایت ہی دلنشیں خطبہ پیش فرمایا۔

نماز جمعہ سے فراغت کے بعد روانگی سفر کے انتظار میں ہم محو گفتگو تھے کہ ایک بھائی کی طرف سے روانگی کا اعلان آیا، اعلان پڑھنا تھا کہ ہم خوشی خوشی خوبصورت نئے ملبوسات زیب تن کیے بس پہ سوار ہو گئے، کچھ ہی دیر بعد یہ پیاری سی بس سڑک کو بوسہ دیتی ہواؤں کو چیرتے ہوئے اپنی منزل کو سرپٹ بھاگنے لگی تھی، اور ساتھ ہی ہماری آنکھوں کو دلکش و حسین قدرتی مناظر کا نظارہ کرا کے ان سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کر رہی تھی، کچھ لمحوں میں ہم اپنی منزل مقصود کو بسلامت پہنچ چکے تھے، دراصل ہم ایک ایسی مبارک جمعیت کی طرف سے مدعو کیے گئے تھے جو دعوت و تبلیغ کے لیے مختص ہے، ہمارے وہاں پہنچتے ہی کارکنان جمعیت نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا، چونکہ عصر کا وقت ہو چکا تھا سو ہم نے ہر طرح کے امور سے کنارہ کش ہو کر پہلے اپنے آپ کو نماز کی ادائیگی کا مکلّف بنایا، نماز بعد ہم سے باری باری مختصراً اپنا تعارف پوچھا گیا، بعد از تعارف اب

ہم آزاد تھے، مرکز میں مختلف قسم کے آلات کھیل موجود تھے، ایک سیومنگ پل بھی تھا جس کا پانی اتنا صاف وشفاف کہ سطح پہ بچھائے گئے رنگین اور جاذب نظر ماربلس واضح نظر آرہے تھے، طلبہ کھیل کود اور دیگر تفریحی امور میں مشغول ہونے لگے تھے اور شاخ شجر پر چہچہاتی بلبلوں کی طرح خوش ہورہے تھے مانو جیسے گنگناتے ہوئے وہ دل ہی دل کہہ رہے ہوں کہ ہمیں اسی دن کا تو انتظار تھا کیوں کہ بہت دنوں بعد ہمیں کھیلنے کا موقع نصیب ہوا ہے۔

اول وہلہ میں ہم بھی میدان میں اتر تو گئے لیکن چونکہ ہمارے پسندیدہ کھیل کرکٹ کے سامان موجود نہ تھے سو ہم نے سیر وتفریح کو ترجیح دیتے ہوئے ایک منصوبہ کے تحت پانچ احباب وہاں سے نکل پڑے، ابھی دس قدم ہی چلے تھے کہ پیچھے سے تین اور احباب نے ہمیں آواز دی، وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کر رہے تھے، اب ہماری کل تعداد نو ہوچکی تھی، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں، شاعر وادیب اسداللہ امواوی، شیخ ومربی عبدالقادر، خلیق وملنسار محترم شمیم وجریح واحسان وصادق الزمان، شہسواران ترنم امیر الھدی ومنظّم، اور یہ نابکار راقم الحروف ہدایت اللہ فارس، ان نو افراد پر مشتمل ہمارا یہ نہایت ہی سادہ سا قافلہ کسی نامعلوم مقام کی جانب گام فرسا تھا، ساتھ ہی وہ خوش گپیوں اور بذلہ سنجیوں کا مرکز بنا ہوا تھا، چند منٹوں میں سبزہ زاروں سے ہوتے ہوئے ہمارا یہ قافلہ ایک وسیع وعریض باغ کے قریب پہنچ چکا تھا، جس میں لگے کھجور کے درخت اور انگور کی کڑیاں ہمیں اندر داخل ہونے کی دعوت دے رہے تھے، باغ کے دائیں طرف ایک بلند وشاداب پہاڑ آسمان سے سرگوشی کر رہا تھا اور دونوں کے درمیانی خلاء کا نظارہ نہایت ہی دلکش معلوم ہورہا تھا، اب ہم باغ کے اندر داخل ہونے کی گستاخی کر چکے تھے، اس میں لگے پھل فروٹ اور دیگر اصناف شجر کے سبز پتوں کی سرسراہٹ ہماری طبیعت کو مخمور کر رہی تھی، اور شہر کی آلودگیوں سے پاک قدرتی ہوائیں سر سے پاؤں تک پر کیف اثر پیدا کر رہی تھیں، ساتھ ہی ہماری آنکھیں ان افواہوں کی تکذیب بھی کر رہی تھیں جو سعودی میں عدم ہریالی سے متعلق پھیلائے گئے ہیں۔

خیر! باغ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے ہماری نظر ایک بیری کے درخت پہ پڑی، پر سوئے قسمت کہ اس میں لگے بیریوں پر حشرات نباتات کا قبضہ تھا، اور بھی مختلف قسم کے پھلوں سے لدے درخت ہمیں اپنی طرف لبھا رہے تھے لیکن ہمارا ایمان کا تقاضا تھا کہ بغیر اجازت کسی بھی شیءکو ہاتھ نہ لگایا جائے۔، ہم ڈرے سہمے مزید اندر داخل ہوئیں تو ہمیں کچھ سیاہ اور تیرگی مائل اونٹ نظر آئے جن کے بیچ جبہ وٹوپی میں ملبوس ایک بزرگ شخص ان اونٹوں کا معائنہ کرتے ہوئے دکھائی پڑ رہے تھے، وضع قطع اور شکل وشمائل سے بالکل صاف دل اور نیک انسان معلوم ہورہے تھے، ہمیں آتا دیکھ کر وہ بھی

اپنے جواں عمر بیٹے کے سہارے ہمارے قریب آ گئے ،اور علیک سلیک کے فورا بعد ہم سے دعوت اور دنبہ ذبح کرنے کی باتیں کرنے لگیں۔۔!

ان کی یہ سخاوت وفیاضی اور دریا دلی درحقیقت عربوں کی مہمان نوازی سے متعلق پڑھے اور سنے گئے واقعات کی ہمارے سامنے عکاسی کررہی تھیں، خیر! عبدالقادر بھائی نے ان سے گفتگو کی اور حقیقت حال سے انھیں آگاہ کیا کہ ہم یہاں کسی کی دعوت ہی میں آئے ہوئے ہیں، ہم سے مل کر وہ نہایت خوش دکھ رہے تھے، اب ان کے جانے کا وقت ہو چکا تھا، جاتے ہوئے انھوں نے ہمیں نیک دعاؤں سے نوازا اور فل اجازت دے دی کہ آپ لوگ جو بھی پھل چاہیں توڑ سکتے ہیں۔

کچھ دیر تک ہم باغ میں چہل قدمی کرتے رہیں لیکن وقت ہمیں مزید کی اجازت نہیں دے رہا تھا، ادھر صبح سے سفر کرتا آفتاب بھی زرد ہو چکا تھا اور مغربی افق پر اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا، گو کہ وہ اپنی زرد کرنوں کو سمیٹتے ہوئے دنیا پر الوداعی نظر ڈال رہا تھا، اور چہچہاتے پرندے جھنڈ در جھنڈ اپنے آشیانوں کی طرف محو پرواز تھے، گویا یہ منظر ہمیں جلد واپسی مرکز کی طرف اشارہ کررہا تھا۔

لہذا وہاں مزید وقت گزاری نہ کر کے ہم اپنے ہمراہ کچھ پھل فروٹ لیے باغ سے رخصت ہو گئے، ہمارے ساتھ حسین شام کی رونقیں بھی رفتہ رفتہ رخصت پذیر تھیں، اور شاخ شجر پر کھلے پھولوں نے اپنے زوال کو دیکھ کر سر جھکا لیا تھا، ہوا میں شبنم کی ہلکی پھوار تحلیل ہو کر اسے نرم وخوشگوار بنا رہی تھی، یہی وجہ تھی کہ شام اپنی اداسی کے باوجود حسین لگ رہی تھی، انھیں سرسبز وشاداب باغستان سے ہوتے ہوئے ہم اپنی منزل کو پہنچیں، ہمارے پہنچنے تک مغرب کی اذان دی جا چکی تھی، اور نماز کے لیے صف بندی کا عمل جاری تھا، وضوء کر کے ہم بھی صف میں شامل ہو گئے، نماز کی ادائیگی کے بعد ایک علمی محفل کا انعقاد بھی عمل میں آیا جس کی ابتداء تلاوت کلام اللہ سے ہوئی، پھر شعر نوائی سے ہوتے ہوئے طلب علم سے متعلق ایک علمی اور قیمتی درس پہ اس مبارک محفل کا اختتام ہوا، نماز عشاء کا وقت ہو چکا تھا، سرد سرد ہوائیں چل رہی تھیں، ادھر رجب کا ہلال شرمیلی اداؤں کیساتھ مطلع کون پر جلوہ افروز ہو چکا تھا، ایسے ہی کھلے آسمان تلے ہم نے نماز ادا کی، نماز عشاء کے بعد طلبہ سے کچھ سوالات بھی کیے گئے جو قرآنیات سے متعلق تھے، پھر عشائیہ کے بعد تقسیم انعامات کا سلسلہ شروع ہوا، اسے آپ قسمت آزمائی کے کھیل سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، کیوں کہ تقسیم انعام کا عمل قرعہ میں نکلنے والے نام کے ساتھ مربوط تھا، اور ہم تو ٹھہرے سپہ سالار ِسوئے قسمت کہ بیسیوں بار قرعہ کا پہیا گھمایا گیا پر مجال تھا کہ ہمارا نام نکل جاتا۔۔۔،،،!

ہمیں افسوس محض اس بات کا نہیں تھا کہ انعامات ہمارے ہاتھ نہیں لگ رہے تھے بلکہ انعام میں عمرہ کا پیکج بھی شامل تھا اور یہی چیز ہمیں اندر سے کھائے جارہی تھی، ہماری مغموم آنکھیں یہ منظر خاموشی سے دیکھتی رہیں واقعتاً ابتداء تا انتہا یہ لمحہ ہمارے لیے صبر آزما رہا، ہم نے اپنے دل ناداں کو سمجھایا کہ **قدر الله ما شاء فعل** بھی کوئی چیز ہوتی ہے جس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔۔،،،

خیر! اب وہاں سے کوچ کرنے کا وقت ہو چکا تھا، بس ہمارے انتظار میں باہر کھڑی تھی، یہ وقت تھا کہ ارض وفلک کی وسعتوں پر تاریکیوں نے پوری طرح اپنی چادر بچھا دی تھی، ہوا کے نرم جھونکے شب تاریک کے سناٹے میں کبھی کبھی انقلاب برپا کردیتے تھے، اور یہ نرم مخملی ہوائیں شاخ شجر کی نوخیز کونپلوں کو چھیڑ رہی تھیں، پتوں کی میٹھی سرسراہٹ اور ہواؤں کی لطافت وخنکی رواں رواں کو مخمور کررہی تھیں، بس کے اندر سے باہر کا نظارہ بڑا ہی حسین لگ رہا تھا، اور ایسے موقع پر اگر کوئی شہنشاہ ترنم اپنی سحر انگیز آواز اور نغمہ سرائی سے فضاء کو معطر کردے تو مزا دوبالا ہو جاتا ہے۔

میری مراد برادرم امیر الھدی ہیں رب تعالی نے انھیں بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا ہے انھیں میں سے ایک خوبصورت آواز کی نعمت بھی ہے، امیر بھائی نے حمد ونعت سے محفل کا آغاز کیا پر سامعین اتنے میں کہاں راضی ہونے والے تھے، امیر امیر کی صدا سے پورا ماحول ہی گونج اٹھا تھا، اور امیر بھائی تو دل کے بھی امیر ہیں آخر سامعین کی خواہشوں کا گلا کیسے گھونٹتا انھوں نے گلا صاف کرکے ترنم کے ساتھ اشعار پڑھنا شروع کیا:

دھوپ کا لطف لینا روا ہے مگر — دوپہر چھت پہ جانا غضب ہو گیا
مجھ پہ قاتل نگاہیں برستی رہی — ڈھال میرا اٹھانا غضب ہو گیا
چار آنکھیں ہوئیں کیا؟ کہ سر خم ہوا — سر جھکا کر اٹھانا غضب ہو گیا
پھر کچھ ہمت بندھی اک اشارہ کیا — منہ جو ابا چڑھانا غضب ہو گیا
اک لطیفہ پہ سب کھلکھلا کر ہنسے — زیر لب مسکرانا غضب ہو گیا
کل تلک وہ جو میرے خیالوں میں تھے — روبرو ان کا آنا غضب ہو گیا
اے اسد تم بھی شاید بدلنے لگے — ایسی غزلیں سنانا غضب ہو گیا

واہ۔۔۔واہ سے محفل گونج اٹھی تھی،اور ساری محفل ہاتھ اٹھائے داد دے رہی تھی،واہ شاباش کیا کہنے!!! سبحان اللہ،امیر بھائی آپ نے تو کمال کر دیا یار! آپ کی خوش نوائی کے کیا ہی کہنے،،!! طلبہ کے چہرے پر خوشی قابل دید تھی۔

ساتھ ہی ہمارے لیے یہ خوش نصیبی کی بات ہے کہ جس کلام کو سن کر سامعین واہ واہ کے نعرے بلند کر رہے تھے اسے وجود بخشنے والے شاعر اس سفر میں ہمارے ہی درمیان موجود تھے،اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف ایک بہترین شاعر ہیں،اللہ تعالی نے انھیں طاقتور قلم اور دل و دماغ کو متاثر کرنے والا اسلوب بھی عطا رکھا ہے،اور یہ وہ چیز ہے جو عموما قارئین کے ایک بڑے حلقے کی صحیح فکری رہنمائی اور انھیں بروقت صحیح معلومات وحقائق سے آگاہ کرنے کا کام کرتی ہے۔

خیر یوں امیر بھائی کی مسحور کن اور کانوں میں رس گھول دینے والی آواز سے محظوظ ہوتے ہوئے ہم اپنی منزل جامعہ کو اس وقت پہنچیں جب رات اپنے پہلے پہر کے اختتام کو تھی۔۔

Fasting; Islamic and Scientific View

Sadequzzaman Meraj

Islam is not only a religion but also a complete code of human life. The number of the pillar in Islam is five. Fasting is third of them. Fasting has a lot of importance in Islam. It has also scientific benefits.

Lexical and terminological meaning:
The Muslims of Indian sub-continent use the word fasting as "rozah" which is a Persian word. The main word in Arabic is صوم or صيام. The lexical meaning صوم is fasting or subbasement. And fasting has different terminological meaning from different religious, scientific and medical views. But according to Islam, terminological meaning of fasting is

وهو الإمساك عن الأكل و الشرب و الجماع في وقت مخصوص

"Abstaining from eating, drinking and intercourse in particular time is called fasting in Islam."

Virtue and Importance of Islamic fasting:
Fasting that we do in the month of Ramadan was obliged in second Hijri year. As our Almighty Allah said in the Quran:

"يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون."

- سورة البقرة: ١٨

"Oh you who believe! Observing as Saum(fasting) is prescribed for you as it was prescribed for those before you that you become Al Muttaqun (pious)"
As we see in the Hadith of Abu Hurairah (RA):

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ. يَقُولُ اللَّهُ: إِلاَّ الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ. يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ. وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ"

(سنن ابن مجة:١٦٣٨)

"Every good deed of the son of Adam will be multiplied manifold. A good deed will be multiplied ten times up to as many as seven hundred times, or as much as Allah wills. Allah says: 'Except for fasting, which is for Me and I shall reward for it. He gives up his desire and his food for My sake.' The fasting person has two joys, one when he breaks his fast and another when he meets his Lord. The smell that comes from the mouth of a fasting person is better before Allah than the fragrance of musk." (Sunan Ibn Majah:1638)

Not only in this Hadith, but also in many Hadith our Honourable Prophet Hazrat Muhammad (PBUH) has narrated the virtues of Ramadan. But the main purpose of Islamic fasting is obtaining satisfaction of Almighty Allah and abstaining from sin.

Kinds of Islamic Fasting

There are five kinds of fasting in Islamic shariah(law).

- Farz
- Wajib
- Sunnah
- Mustahab
- Nafl

Scientific benefits of fasting

Numerous studies have discovered that fasting can help you live longer, control your weight, improve your mood and concentration, increase your energy level, and improve the quality of your sleep. Among the numerous benefits of Ramadan fasting, we have included a few below.

Reduces Hypertension: A new study published in The American Journal of Medicine shows that short-term intermittent fasting can help reduce hypertension or high blood pressure. This study contributes to a growing body of research showing that intermittent fasting can help improve heart health and reduce the risk for hypertension and other cardiovascular diseases.

Increases Brain Function: Fasting has also been shown to have numerous brain benefits, such as higher levels of nerve growth factor (NGF). This protein helps regulate neurons' growth, maintenance, proliferation, and survival. NGF is essential for neurons' growth and normal function in both the peripheral and central nervous systems. Fasting also increases the expression of brain-derived neurotrophic factor (BDNF), a protein that supports the survival of existing brain cells and encourages the growth of new ones. Low levels of BDNF have been attributed to an increased risk for Alzheimer's disease.

Improves Body Composition: Fasting has been known to improve body composition. This means it can reduce the percentage of body fat a person has while increasing their muscle mass and overall health.

Fasting Reduces Cancer Risk: It's true! Fasting can help you reduce your risk of cancer. But how? Cancer cells cannot process ketones produced by the liver from fat and fatty acids when in a fasted state. Simply put, fasting helps starve cancer cells and makes them more susceptible to the body's immune system.

Stimulates Autophagy: Fasting stimulates autophagy, which is the process by which cells and tissues recycle damaged components. It's what allows your cells to renew themselves and survive without starving. Autophagy promotes longevity and helps prevent conditions associated with aging, including cancer, heart disease, and neurodegenerative disorders such as Parkinson's disease and Alzheimer's disease.

Lowers Inflammation: Fasting lowers inflammation, which is a significant cause of aging. This is because fasting triggers changes in your gut microbiota. After fasting, the gut microbiome becomes richer in bacteria with anti-inflammatory properties.

Regulates Sleep Patterns: Fasting has long been associated with healthy sleep. The first thing to know is that fasting does have an impact on your sleep—it can help regulate your circadian rhythm (your natural sleep cycle) and make it easier to fall asleep at night.

Normalizes Ghrelin Levels: Fasting normalizes ghrelin levels, a hormone responsible for hunger and the body's response to fasting. This is important because fasting helps you lose weight without feeling excessively hungry, unlike many other diets.

In brief, fasting during Ramadan is highly recommended as it helps with many health related issues and gives numerous people great positive benefits.

Conclusion:Fasting in Ramadan is Farz-e-Ain according to Islamic law.And it has also huge scientific benefits.So as muslim, we should fast during the month of Ramadan.





اسد امواوی

ہوتے رخصت ماہ شعباں، ماہ رمضاں آ گیا
مرحبا اے رب کے مہماں، ماہ رمضاں آ گیا

اپنے رب کی بس رضا ہم چاہتے ہیں اس لیے　　صبح سے مغرب تلک رہتے ہیں بن کھائے پیے
برکت سحری و افطاری سے ہم شاداں ہوئے　　رب کا ہم پر ہے یہ فیضاں، ماہ رمضاں آ گیا
مرحبا اے رب کے مہماں، ماہ رمضاں آ گیا

رب کی جانب سے ملا تحفہ ہمیں قرآن ہے　　جس مہینے میں ملا ہے وہ مہِ رمضان ہے
ہے مگر افسوس اب تک داخل جزدان ہے　　پڑھ لو، پڑھ لو، پڑھ لو قرآں، ماہ رمضاں آ گیا
مرحبا اے رب کے مہماں، ماہ رمضاں آ گیا

رب کی رحمت دیکھیے جنت کے دروازے کھلے　　اور در ہائے جہنم بند سارے ہو گئے
کتنے دوزخیوں کو پروانے بہشتوں کے ملے　　ہو گیا اب قید شیطاں، ماہ رمضاں آ گیا
مرحبا اے رب کے مہماں، ماہ رمضاں آ گیا

متقی بننے کا موسم آ گیا ماہ صیام　　روزہ رکھنا ہے دِنوں میں شب میں کرنا ہے قیام
مغفرت ہوگی یقیناً گر ہوا ان پر دوام　　ہے یہی فرمانِ رحماں، ماہ رمضاں آ گیا
مرحبا اے رب کے مہماں، ماہ رمضاں آ گیا

آخری عشرے میں ہے اک شب بڑی ہی قدر کی　　"الفُ شھرٍ" پر بھی اس شب کو ہے حاصل برتری
اے اسد اٹھو! کمر کس لو یہ چھوڑو کاہلی　　مغفرت کا کر لو ساماں، ماہ رمضاں آ گیا